رعنا کوثر کی کہانی کے رنگ

جمیل عثمان

امریکی افسانہ نگار اور ناولسٹ ایف اسکاٹ فٹزجرالڈ کہتا ہے: . Find the key emotion; this may be all you need to know to find your short story

اور انگریزی زبان کے ممتاز افسانہ نگار او ہنری کا قول ہے: . A short story must have a single mood and every sentence must build towards it

رعنا کوثر اپنے افسانوں کے تانے بانے بننے کے لئے اسی اصول پر کام کرتی ہیں - درخت کی خالی ڈالیاں دیکھ کر انہیں یہ خیال آتا ہے کہ ان پر برگ و بار آئیں گے یا آندھی اس درخت کو ہی اکھاڑ پھینکے گی - اور پھر وہ اس احساس کے ارد گرد اپنی کہانی کی بنیاد رکھتی ہیں - چڑھتے او ڈوبتے سورج کو دیکھ کر انہیں زندگی کی بے ثباتی کا خیال آیا اور یوں افسانہ "ضبط آرزو" کی تخلیق ہوئی - گھر میں کام کرنے والی بنگالی ملازمہ کے محبت آمیز سلوک سے "محبت فاتح عالم" جیسی کہانی وجود میں آئی - آسمان پر V کی شکل بنا کر اڑنے والی بطخیں انہیں یہ پیغام دیتی ہیں کہ جیت کے لئے اونچی اڑان لازمی ہے اور اس خیال کے گرد "یہ میرا نشیمن" جیسا افسانہ جنم لیتا ہے - اور "دل نہیں مانتا" کا مرکزی خیال تو خود ان کی اپنی کہانی ہے -

رعنا کوثر ایک نیچرلسٹ ہیں - ان کا مشاہدہ بہت تیز ہے - اور وہ قدرتی مناظر سے خود بھی لطف اندوز ہوتی ہیں اور قاری کو بھی محظوظ کرتی ہیں - مثال کے طور پر ذرا منظر نگاری دیکھیے:

"درختوں پر بہار کی آمد آمد ہے - کہیں سے سرخ پتے جھانک رہے ہیں تو کہیں زرد پتوں کا ایک جال ہے - کہیں کاسنی پھول ہیں تو کہیں خالی ڈالیاں - چھوٹے چھوٹے ننھے پودے سر اٹھا رہے ہیں - گلہریاں جا بجا دوڑتی پھر رہی ہیں" -

ایک اور منظر نامہ یوں بیان کرتی ہیں:

"ایک حسین جگہ تھی - چہار سو ہری ہری گھاس بچھی تھی - دور تک ندی کا صاف شفاف پانی چاندی کی طرح چمک رہا تھا - مرغابیوں کے غول اپنے پنکھ پھیلائے پانی میں رواں دواں تھے - ایک جانب خوبصورت آبشار سے گرتا سفید برف جیسا پانی کافی بھلا لگ رہا تھا" -

افسانہ "یہ میرا نشیمن" میں انکی منظر کشی ملاحظہ فرمائیے:

"دور تک بچھی گھاس اور پھر ایک حسین شفاف تالاب ، جس کا نیلا پانی ہوا سے ہلکورے لے رہا تھا - اس میں بطخیں تیر رہی تھیں اور خوبصورت ہنسوں کا جوڑا بھی ہوا کے ہلکورے پر جھولے جھول رہا تھا - تالاب کے پیچھے ہلکے گلابی اور خاکی گھروں کی لائن تھی" -

اور یہ آخری خوبصورت اقتباس ان کے افسانے "بدلتا موسم" سے ہے:

"کھلے ہوئے بڑے سے سفید دروازے اور کھڑکی میں سے چھن کر آتی ہوئی سورج کی روشنی دل کو بہت سکون دے رہی ہے - دور آسمان پر اڑتی چڑیاں اور زمین پر بچھا ہلکا سبزہ اور خوبصورت درخت ، تھوڑے سبز اور تھوڑے سرخ اور ان میں چھلانگیں مارتے ہرن ، آسمان پر کالے سرمئی بادل اور سورج کی آنکھ مچولی وقت بدلنے کا پتہ دے رہی ہے - اس بات کا پتہ کہ طویل سردیوں کا موسم ختم ہوا اور بہار کی آمد ہے" -

رعنا کوثر کے افسانے نہایت غریب و سادہ ہوتے ہیں - ان میں کسی قسم کا کھڑ پینچ نہیں ہوتا - کہانی میں ٹوسٹ (twist) کم ہی آتے ہیں - سیدھی سادی کہانی بہتے دریا کی طرح چلتی چلی جاتی ہے اور پھر اپنے منطقی انجام کو پہنچ جاتی ہے - ہاں ، ان کو کہانی کہنے کا فن آتا ہے - شستہ زبان، دلچسپ طرز بیان ، دلکش منظر کشی ، خوبصورت جزیات نگاری ان کی تحریر کا خاصہ ہیں - رعنا کوثر کا مشاہدہ بہت تیز ہے - وہ جہاں

بھی جاتی ہیں اپنے اطراف کا گہری نظر سے مطالعہ کرتی ہیں مثلاً "کبھی تم بھی گلاب تھیں" میں لکھتی ہیں "میں گھر سے باہر دیکھ رہی تھی- دھوپ چمک رہی تھی - لمبے لمبے درخت سر اٹھائے کھڑے تھے - دور تک پھیلی گھاس ان درختوں کے قدموں میں بچھی جا رہی تھی" - افسانہ "وقت کا دھارا" میں رعنا ایک غریب بنگالی بچے کے لباس کے بارے میں لکھتی ہیں کہ "وہ نیلی قمیص اور پینٹ میں ملبوس تھا - دبلے پتلے جسم پر کپڑے ڈھیلے لگ رہے تھے" - رعنا نے ضرور کسی غریب بچے کو دیکھا ہوگا جو پہلی بار اچھے کپڑے پہن رہا ہوگا مگر وہ کپڑے اس کے سائز سے بڑے ہوں گے - اس قسم کی جزیات ان کی تحریر کو خوبصورتی عطا کرتی ہیں -

رعنا کوثر کے افسانوں میں ان کا تجربہ بولتا ہے - وہ کراچی میں پلی بڑھیں - ان کے شریک حیات شیخ امین صاحب کا بچپن اور لڑکپن مشرقی پاکستان میں گزرا تھا - ۱۹۷۱ کے بعد شیخ امین کا خاندان کراچی آ گیا اور یہیں دونوں کی شادی ہوئی - پھر وہ شیخ صاحب کے ساتھ امریکہ آ گئیں - بعد میں وہ ڈھاکہ بھی گئیں اور ان جگہوں کو دیکھا جہاں ان کے شوہر کا بچپن گزرا تھا - یہ تمام تجربے ہمیں ان کے افسانوں میں نظر آتے ہیں - افسانہ "محبت فاتح عالم" میں رعنا نے بڑی خوبصورتی سے بنگال کے مناظر کا ذکر کیا ہے اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں لکھا ہے جو اگرچہ غریب ہیں مگر ان کے دل محبت کی دولت سے مالامال ہیں - افسانہ "یہ میرا نشیمن ہے" میں انہوں نے بطخوں سے انسانوں کا موازنہ کیا ہے - بطخیں V کی شکل بنا کر اڑتی ہیں اور شاید اس میں یہ پیغام ہے کہ جیت اسی کی ہے جو اڑنا جانتا ہے - اس افسانے کے ذریعے انہوں نے پیغام دیا ہے کہ سوچ کے منفی دروازے بند کر دو اور ٹھنڈی ہوا کو اپنے دل کی کھڑکی کھول کر محسوس کرو - پھر کوئی برا نہیں لگے گا - سب اچھے ہیں ، ہر انسان اچھا ہے بس ہماری سوچ اسے برا بنا دیتی ہے - بہ قول جوش ملیح آبادی:

اے دوست دل میں گرد کدورت نہ چاہیے

اچھے تو کیا برے سے بھی نفرت نہ چاہئے
کہتا ہے کون پھول سے رغبت نہ چاہیے
کانٹوں سے بھی مگر تجھے وحشت نہ چاہیے
کانٹے کے دل میں بھی ہے لہو سبزہ زار کا
پالا ہوا ہے وہ بھی نسیم بہار کا

رعنا کوثر انسانی نفسیات کو سمجھتی ہیں اور جا بہ جا انہیں اپنے افسانوں میں استعمال کرتی ہیں - "بے بی سٹر" کی بوا ساری عمر محنت کر کے اپنے بچوں اور پھر ان کے بچوں کو پالتی ہے - یہاں تک کہ بوڑھی ہو جاتی ہے مگر اس کے نواسے نواسیاں اس وقت تک گویا اس کی گود میں سوار تھے - تو، بہ حیثیت مصنف وہ سوال کرتی ہیں کہ بوا کس کی بے بی سٹر ہوئی؟ امریکہ میں جن کے ہاں ملازمت کرتی تھی ان کی یا پاکستان میں اپنے پوتے پوتیوں یا نواسے نواسیوں کی؟ "وقت کا دھارا" میں رحیم کا بیٹا غربت کے زمانے میں بہت زیادہ کھاتا تھا ، یہاں تک کہ وہ اپنے ماں باپ کا حصہ بھی کھا جاتا تھا - اور جب رحیم کی ویزا لاٹری نکل آتی ہے اور وہ امریکہ آجاتا ہے اور گھر میں کھانے پینے کی فراوانی ہو جاتی ہے تو وہی بیٹا اپنے پلیٹ کا آدھا کھانا کھاتا ہے اور آدھا پھینک دیتا ہے- یہ سچ ہے کہ تنگی میں انسان زیادہ کھاتا ہے یہ سوچ کر کہ نہ جانے پھر ملے نہ ملے اور جب افراط ہو تو پروا نہیں کرتا -

اور آخر میں ان کے ایک مختصر افسانے کا ذکر - "کیسا یہ پیار ہے" کے دو بیٹے - ایک مغربی اور دوسرا مشرقی - مغربی بیٹے کی ماں اسی شہر میں رہتی ہے جس میں وہ رہتا ہے لیکن اس کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ اپنی ماں سے مل سکے - مدرز ڈے پر اس نے اپنی ماں کے لئے وقت نکالا ، اسے ہیروں کے ہار کا تحفہ دیا ، ایک اچھے ریسٹورنٹ میں کھانا کھلایا اور پورا دن اس کے ساتھ گزارا - مشرقی بیٹا امریکہ میں ڈاکٹر ہے مگر اس کی ماں ہزاروں میل دور اپنی بیٹی کے ساتھ اپنے دیس میں رہتی ہے - مدرز ڈے پر وہ اپنی ماں سے فون پر باتیں کرتا

ہے ، اسے ہزار ڈالر بھجواتا ہے اور اپنی بہن سے کہتا ہے کہ کسی اچھے ریسٹورنٹ میں وہ ماں کو کھانا کھلا دے - رعنا کوثر پوچھتی ہیں کہ زندگی یہاں پیار بھی نہیں کرنے دیتی - یہ کیسا پیار ہے ؟

رعنا کوثر نیو یارک اور نیو جرسی کی ایک معتبر افسانہ نگار ہیں - وہ ان گنے چنے چند لوگوں میں شامل ہیں جو نثر لکھتے ہیں ورنہ شاعر تو یہاں بہت مل جاتے ہیں - نثر نگاروں کی کمی ہے - میں رعنا کوثر سے درخواست کروں گا کہ وہ یونہی لکھتی رہیں - ہمیں امید ہے کہ ہم جلد ہی ان کی دوسری کتاب پڑھیں گے - پہلی کتاب پر ان کو ڈھیر ساری مبارکباد !